ذبح عظیم اور تحریک وقف نو

(خطبہ عید الاضحیہ فرمودہ ۲۲؍ جون ۱۹۹۱ء بمقام میری لینڈ، امریکہ)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ
الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ
قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا
تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ
الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۴﴾ ۚ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ
یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۵﴾ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی
الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۷﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ
عَظِیْمٍ ﴿۱۰۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ ۖ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۱۰﴾
كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

(الصّٰٓفّٰت: ۱۰۰-۱۱۲)

اور پھر فرمایا:

بیشتر اس سے کہ میں ان آیات کے مضمون پر مشتمل آج کی عید کا خطبہ شروع کروں میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آج کا یہ خطبۂ عید دنیا کے بہت سے ممالک میں براہ راست سنا جا رہا ہے

اور مشرق و مغرب میں یہ آواز براہ راست پہنچ رہی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام یاد آجاتا ہے کہ ’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘ (تذکرہ صفحہ:۲۶۰) پس آج کے دن یہ خوش خبری کا دن ہے کہ واقعۃً آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ادنیٰ غلام کی آواز براہ راست زمین کے کناروں تک پہنچ رہی ہے۔ پس میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صرف آپ ہی کو نہیں بلکہ ان سب احمدی جماعتوں کو جو براہ راست یہ خطبہ سن رہے ہیں دل کی گہرائی سے عید مبارک پیش کرتا ہوں اور ان سب کو بھی جن تک بعد میں یہ آواز پہنچے گی یا بعد میں تحریری پیغام کی صورت میں یہ خطبہ پہنچے گا، ان سب کو بھی میں محبت بھرا السلام علیکم اور عید مبارک کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔

یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے بیٹے اسماعیلؑ کی قربانیوں کا ذکر ہے اور یہ عید جسے عید قربان بھی کہا جاتا ہے، عید الاضحیہ بھی کہا جاتا ہے، بڑی عید بھی کہا جاتا ہے درحقیقت قربانیوں کو یاد دلانے والی عید ہے اور قربانیوں کے جذبے کو ہمیشہ زندہ رکھنے والی عید ہے۔ اس عید کے ذریعے وہ قدیم قصہ ہمیشہ دہرایا جاتا ہے جس کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل سے ہوا تھا۔ ان آیات میں یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ظالم قوم سے نجات پا کر خدا کی طرف ہجرت کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو پہلی دعا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ کی کہ اے خدا! مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما جو میرے اس نیک کام کو ہمیشہ کے لئے جاری رکھے۔ یہ وقت ایسا تھا جب کہ آپؑ کی قوم آپؑ کا خاندان کلیۃً آپؑ سے منقطع ہو رہے تھے اور ہمیشہ کے لئے آپ ان کو ماضی میں دفن کر کے ایک نئی دنیا بسانے کے لئے روانہ ہو رہے تھے۔ اس دعا پر میں اس سے پہلے چونکہ خطبہ دے چکا ہوں۔ گوئٹے مالا کا خطبہ اسی مضمون پر مشتمل تھا اس لئے میں اسے زیادہ تفصیل سے یہاں بیان نہیں کرتا۔

بہرحال ان دعاؤں کا ثمرہ حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے اور حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو رؤیا میں اس بیٹے کے متعلق بہت کچھ بتایا اور ایک رؤیا میں آپؑ کو ذبح کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی دعاؤں کے بعد، بڑی التجاؤں کے بعد ایک نئی نسل جاری رکھنے کے لئے یہ بیٹا مانگا تھا اور یہ عجیب واقعہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دکھایا کہ تو اپنے ہاتھ سے یہ بیٹا ذبح کر رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس

کی تعبیر یہ سمجھی کہ اسے خدا کی خاطر وقف کر دیا جائے اور ایسی جگہ چھوڑ دیا جائے جیسے گویا میں اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کر رہا ہوں اور اس غرض سے اس تعبیر کو پورا کرنے کے لئے آپ خانہ کعبہ کے کھنڈرات کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ یہ وہ خانۂ کعبہ ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے یہ بیت العتیق ہے، قدیم ترین گھر۔ اس سے پہلے کبھی کوئی گھر بنی نوع انسان کے استفادہ کے لئے نہیں بنایا گیا تھا۔ مگر قرآن کریم یہ نہیں بتاتا کہ کس نے اور کب یہ گھر بنایا تھا، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اس کی بنیاد نہیں رکھی تھی بلکہ منہدم گھر کو بنیادوں سے دوبارہ اٹھایا تھا۔ پس اس غرض سے آپؑ نے یہی سمجھا کہ سب سے مبارک جگہ جہاں اس بیٹے کو قربان کیا جا سکتا ہے وہ گھر ہی ہے اور اس غرض سے آپ باقی واقعہ سے خوب واقف ہیں۔ کس طرح آپ روانہ ہوئے، کس طرح آپؑ نے اس لق و دق صحرا میں جہاں پانی بھی نہیں تھا اپنے بیٹے کو چھوڑا؟ اپنی بیوی کو چھوڑا؟ ایک مشکیزہ تھا پانی کا جو پیچھے چھوڑا کچھ کھانے کے لئے سامان تھا۔ اور بیان کیا گیا ہے احادیث میں ہے کہ جب آپؑ روانہ ہوئے تو آواز گلوگیر ہوگئی اور کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ اوپر کی طرف انگلی اٹھائی اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں تمہیں اس پر چھوڑے جاتا ہوں اور مڑ کر دیکھا بھی نہیں جاتا تھا لیکن چونکہ عزم کے پکے تھے، خدا سے ایک بیٹا مانگا تھا نسلیں جاری رکھنے کے لئے، اسی کے سپرد کر کے اس بیٹے کو وہاں سے روانہ ہوئے اور پھر بار بار وہاں آتے رہے اور دیکھتے رہے کہ کیا حال ہے؟ آپؑ کی نظروں کے سامنے وہاں ایک شہر آباد ہو گیا خدا تعالیٰ نے ان کے لئے ہر قسم کی سہولتوں کے سامان پیدا فرما دیئے لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ دل میں ایک بات کھٹکتی رہی اور وہ بات یہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے تو مجھے بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے دکھایا ہے اور میں دوسرے رنگ میں یہ تعبیر پوری کر رہا ہوں لیکن حضرت ابراہیمؑ نے جو صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (مریم:۴۲) کے طور پر یاد کئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے ایسی پاک فطرت اور ایسا صاف دماغ پایا تھا کہ آپ یہ سوچ نہیں سکتے تھے کہ میں کسی بچے کو اس کی مرضی کے بغیر قربان کروں اور اس میں ہمیشہ کے لئے وقف زندگی کا فلسفہ ہمارے سامنے کھول کر بیان کر دیا گیا۔ چنانچہ آپ انتظار کرتے رہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ اس وقت تک انتظار کرتے رہے جب تک کہ وہ ساتھ دوڑتے پھرتے کام کرنے کے قابل ہو گئے اور آپؑ نے سمجھا کہ یہ بچہ اتنی ہوش سنبھال چکا ہے کہ میں اس سے اس کی مرضی معلوم کروں اور جب تک اس کی مرضی معلوم نہ ہو اس

وقت تک میں اسے خدا کی راہ میں قربان کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

پس وہ جو تاخیر تھی اس کا راز کھل گیا۔ تاخیر اس وجہ سے نہیں تھی کہ آپؑ اس وقت بھی خدا کی مرضی کے حضور اپنی گردن پر چھری پھیرنے کے لئے تیار نہیں تھے اور اپنے بیٹے کو ظاہری طور پر ذبح کرنے پر آمادہ نہیں تھے بلکہ فطرت سلیمہ نے آپؑ کو بتایا کہ کوئی انسان یہ حق نہیں رکھتا کہ کسی اور انسان کو خدا کی راہ میں قربان کر دے۔ زیادہ سے زیادہ یہ حق رکھتا ہے کہ وہ اپنی جان خدا کے حضور پیش کرے اور اپنی جان تو حضرت ابراہیمؑ ہمیشہ کے لئے اسے پیش کر چکے تھے، بیٹے کی جان لینے کا آپ کو حق نہیں تھا چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ اے میرے بہت پیارے بیٹے! میں نے رؤیا میں دیکھا ہے کہ میں تجھے اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہا ہوں۔ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى تو بتا تیرا کیا خیال ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ اب دیکھئے کیسا سعید فطرت بیٹا تھا! جواب دیا قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ اے میرے باپ! وہی کر جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ اللہ نے چاہا تو تُو یقیناً مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ یہ وہ روح ہے قربانی کی جس کو ہمیشہ کے لئے نمونہ بنا دیا گیا ہے، یہ وہ واقعہ ہے جو ایک صحرا میں ہونے والا واقعہ ہے جس کی کسی کو کوئی خبر نہیں تھی۔ کسی نے اس کا ذکر کسی دوسرے سے نہیں کیا لیکن خدا تعالیٰ کو اس کی خبر تھی اور خدا تعالیٰ نے ایسی پیار کی نظر اس پر ڈالی کہ انسانی قربانی کی تاریخ میں کوئی اور ایسا واقعہ دکھائی نہیں دیتا جسے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام میں اور ہمیشگی کے کلام میں ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیا اور آنے والی نسلوں کے لئے اسے بطور نمونہ کے ہمیشہ کے لئے زندہ رکھا۔

یہ روح ہے اس عید کی جس عید کو آج ہم منا رہے ہیں اور اسی قسم کی قربانیاں ہیں جس کی یہ عید ہم سے تقاضا کرتی ہے۔ پھر آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ جب دونوں ہی خدا کے حضور سر جھکا چکے۔ ابراہیمؑ تو پہلے ہی جھکا چکا تھا جب اس نے دیکھا کہ بیٹا بھی راضی ہو گیا ہے اور دونوں برابر خدا کے حضور اس کے فرمانبردار بندے بن گئے تب اس نے بیٹے کو اوندھے منہ لٹایا تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ پیشانی کو نیچے کی طرف رکھا۔ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا بیشتر اس سے کہ وہ اسے ذبح کرتے خدا تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو براہ راست

فرمایا قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اے ابراہیم! (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تو اپنی رؤیا پہلے ہی پوری کر چکا ہے۔ اس پیغام سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی تعبیر ہی درست تھی اور ظاہری طور پر ذبح کرنا مقصود نہیں تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ بھی اپنے خاص پیار کے اظہار کے لئے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ موقع دے رہا تھا کہ دیکھیں کہاں تک وہ آگے بڑھتا ہے اور کس رنگ میں وہ اس قربانی پر آمادہ ہوتا ہے؟ اور اس کے نتیجے میں دنیا کی تاریخ میں ایک ایسا واقعہ رونما ہونے والا تھا جس کی کوئی اور مثیل آپ کو انسانی تاریخ میں دکھائی نہیں دیتی۔ فارسی کا ایک شعر ہے:

تازہ خواہی داشتند گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

کہ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ دل کے یہ داغ ہمیشہ کے لئے روشن رہیں، ہمیشہ زخم زندہ رہیں تو اس قصہ پارینہ کو ہمیشہ دہراتا رہ۔ یہ شعر کسی اور چیز پر صادق آئے یا نہ آئے مگر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قربانی پر ضرور صادق آتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہی سلوک اس قربانی سے کیا اور سال بہ سال ساری دنیا میں ہم اس قصہ پارینہ کو دہراتے چلے جاتے ہیں۔ بیت العتیق کا مطلب ہے قدیم گھر Ancient House اور قصہ پارینہ بھی Ancient قصہ کو کہتے ہیں۔ پس بعینہٖ قصۂ پارینہ کا مضمون اس Ancient گھر پر ہونے والے واقعہ پر صادق آتا ہے اور جتنی مرتبہ بھی آپ اس قصہ کو دہرائیں یہ ناممکن ہے کہ آپ کا دل اس سے اثر پذیر نہ ہو۔ جتنی بار آپ قرآن کریم کی تلاوت کریں اگر غور سے آپ تلاوت کرتے ہیں، اس آیت سے گزرتے ہیں تو ممکن نہیں ہے کہ آپ خشک آنکھوں سے اس آیت کی تلاوت کر کے آگے گزر سکیں۔ اس میں ایک ایسا گہرا درد ہے، ایسی پاکیزگی کی روح ہے، ایسے اخلاص کی دائمی صداقت اس میں چمک رہی ہے کہ اس میں اس کے اثر کے زائل ہونے کا کوئی سوال نہیں، ہمیشہ کے لئے ایک زندہ قصہ ہے جو لوگوں کو زندگی بخشتا چلا جاتا ہے اس لئے تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے اس میں گہرے سبق ہیں اور اسی میں اسلام کی زندگی کا راز بیان فرمایا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اگر تم خدا کی راہ میں لوگوں کی قربانیاں لینے کی بجائے اپنی قربانیاں دیا کرو اور بغیر آمادگی کے کسی کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کی جرأت نہ کرو تو یہی تمہاری زندگی کا راز ہے اور اسی کے نتیجے میں تم خدا کے حضور ہمیشہ کی زندگی پانے والے بنو گے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسی طرح ہم محسنوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ایک جزا کا تو ذکر ابھی نہیں آیا۔ابھی یہ ذکر تو نہیں آیا کہ ایک مینڈھا ان کو دیا گیا کہ اس کو قربان کر دے لیکن یہ کہہ کر نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۵﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فرما دیا گیا۔اسی طرح ہم محسنین کو جزا دیتے ہیں محسنین کی سب سے بڑی جزا خدا تعالیٰ کے حضور اس قربانی کا قبول ہونا ہے جسے وہ خدا کے لئے پیش کرتے ہیں ۔اس سے بڑی کوئی جزا نہیں اس لئے اس مضمون کو سمجھیں اور دل میں بٹھالیں کہ خدا نے اصل جزا جو ابراہیمؑ کے لئے بیان فرمائی وہ یہ تھی کہ ہم نے اس کو مخاطب ہو کے کہا کہ اے ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ و السلام)!تو نے اپنی رؤیا کو سچ کر دکھایا اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس سے بڑی جزا متصور ہی نہیں ہوسکتی تھی۔ جو اپنے خدا کے پیار کا بھوکا رہا ہو اس کو اگر خدا خود یہ فرما رہا ہو کہ ہاں میرے بندے تو نے اپنی رؤیا کو پورا کر دیا،تو سچا ثابت ہوا۔اس سے بڑھ کر کوئی جزا تصور میں نہیں آسکتی۔

لیکن اس کے علاوہ ایک اور جزا بھی مقدر تھی جس کا آئندہ نسلوں سے تعلق تھا فرمایا اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ یہ ایک بہت کھلی کھلی آزمائش تھی جس میں ابراہیمؑ کو ڈالا گیا وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ اور ہم نے اس کو ایک بہت بڑے ذبح کے ذریعے اس کا فدیہ دیا اور اس کے فدیے کی خاطر ایک بہت بڑا ذبح عظیم ہم نے مقدر فرمایا۔جیسا کے میں پہلے بھی عید کے خطبہ میں یہ بات واضح کر چکا ہوں اور چونکہ آج کے مخاطبین میں سے بہت سے ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے وہ خطبہ نہیں سنا اس لئے میں مزید دوبارہ اس کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ذبح عظیم سے جو یہ مراد لی جاتی ہے کہ ایک بہت بڑا مینڈھا اچانک خدا تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور حضرت ابراہیمؑ کو دکھایا گیا کہ یہ ذبح عظیم ہے،اس کے ذریعے اپنے بیٹے کا فدیہ دو تو یہ بات درست نہیں اس لئے درست نہیں کہ خدا تعالیٰ تو اس سے پہلے فرما چکا ہے کہ تو اپنی رؤیا پوری کر چکا ہے۔ جو رؤیا پوری ہوگئی، جو قربانی دے دی گئی اس کا فدیہ کا کیا مطلب؟اور پھر ایک بکرے کو ذبح عظیم کہا جائے اور اس کے مقابل پر اس بیٹے کو جس نے ایسی شاندار قربانی پیش کی اسے گویا اس ذبح عظیم کے مقابل پر ادنیٰ ذبح سمجھا جائے۔ یہ بالکل درست معنی نہیں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قربانی کی روح کو سچا کر دکھایا اور بات وہاں ختم ہوئی جہاں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تجھ سے راضی ہوگئے،جیسا کہ میں نے تجھے کہا

تھا تو نے قربانی پیش کردی۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ ایک اور مضمون شروع کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس قربانی کے جذبہ کو ہم مرنے نہیں دیں گے بلکہ اسے بڑھاتے چلے جائیں گے اور اتنا بڑا کر دیں گے اور اتنا پھیلا دیں گے کہ وہ ایک ذبح عظیم کی صورت میں دنیا کی تاریخ میں ظاہر ہوگا۔ اور یہاں ذبح عظیم سے مراد حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی قربانی اور آپؐ کے غلاموں کی قربانی تھی جن کا براہ راست گہرا تعلق اسماعیلؑ کی قربانی سے ہے۔ تو خدا تعالیٰ یہ مضمون شروع کر چکا ہے کہ تو نے تو جو کچھ کرنا تھا کر دیا اب میں کچھ کرنے والا ہوں، میں اس جزا کو کبھی مرنے نہیں دوں گا اور بڑھاتا چلا جاؤں گا اور دنیا میں سب سے بڑی عظیم ترین قربانیاں جو خدا کی راہ میں پیش ہونے والی ہیں وہ تیرے نام سے منسوب ہوں گی اور تیری اس قربانی کی یاد میں وہ قربانیاں منائی جائیں گی ۔ یہ مراد ہے وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ اور اس سے مراد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے غلاموں کی قربانیاں تھیں جو اسماعیلی قربانیوں کی یاد کو بہت بہتر رنگ میں زندہ رکھنے کے لئے مقدر ہو چکی تھیں۔

پھر فرمایا وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ اور ہم نے آخرین میں اس کے ذکر کو ہمیشہ کے لئے باقی رکھ دیا سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ کیا ذکر ہم نے باقی رکھا؟ کہ ابراہیمؑ پر ہمیشہ سلام رہے۔ یہ سلام جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا گیا ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے اور سورۃ الصّٰفّٰت میں جتنے سلام بھی دوسرے انبیاء پر بھیجے گئے ہیں ان سب کے ساتھ یہ ذکر فرمایا گیا کہ ہم نے آخرین میں ان کے ذکر کو زندہ رکھا اور آخرین میں ان کے لئے سلام بھیجا۔ یہ آخرین کون ہیں؟ اس سے مراد آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے غلام ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ صرف ایک مذہب ہے دنیا میں جس نے تمام انبیاء کی صداقت کا اعلان کیا اور تمام انبیاء پر سلام بھیجنے کی تلقین فرمائی۔ دنیا میں اور کوئی ایک مذہب نکال کر دکھایئے، تمام دنیا پر نظر ڈالیں، تاریخ پر نظر ڈالیں، حال پر نظر ڈالیں، آپ کو اسلام کے سوا کبھی کہیں کوئی مذہب دکھائی نہیں دے گا جس نے تمام دنیا کے انبیاء پر سلام بھیجنے کی تلقین فرمائی ہو۔ پس ثابت ہوا کہ جس ذبح عظیم کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اسی مضمون کو آگے بڑھا کر یہ بات کی جا رہی ہے کہ آخرین میں تجھ پر سلام بھیجنے والے پیدا ہوں گے اور وہ سلام بھیجنے والے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپؐ کے غلام ہیں چنانچہ آپ جب درود میں پڑھتے ہیں۔ **اللّٰھم صلّ علٰی محمد و علٰی**

آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید

تو یہی ابراہیمؑ کے اوپر سلام بھیجنے کا ذکر ہے جسے آپ زندہ رکھتے ہیں اور ہمیشہ دہراتے رہتے ہیں۔ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ دوبارہ فرمایا ہم اس طرح محسنین کو جزا دیا کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک جزا کے بعد بات کو ختم نہیں کر دیا کرتے۔ ایک ایسی جزا دیتے ہیں جس کا احسان کرنے والے کی زندگی سے تعلق ہے۔ وہ اس حال میں جان دیتا ہے، اس تسلی کے ساتھ جان دیتا ہے کہ میرا خدا مجھ سے راضی ہو گیا اور اس نے میری قربانیوں کو قبول فرمالیا لیکن جب وہ آنکھیں بند کر لیتا ہے تو خدا پھر بھی آنکھیں بند نہیں کرتا اور اس کی قربانیوں کی جزا ہمیشہ دیتا چلا جاتا ہے نسلاً بعد نسلٍ دیتا چلا جاتا ہے اور اسے بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ کثرت کے ساتھ محسنین پر درود اور سلام بھیجے جاتے ہیں اور اس زمانے کے آغاز کا تعلق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات سے تھا اور یہی وہ ذبح عظیم ہے جس کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

آپ ہندوستان کی تاریخ دیکھ لیجئے، ایران کی تاریخ دیکھ لیجئے، چین اور جاپان کی تاریخ دیکھ لیجئے، سلسلہ نبوت کا وہاں کچھ ذکر تو آپ کو ملتا ہے اگر چہ مبہم اور الجھا ہوا سا لیکن ہر انسان معلوم کر سکتا ہے کہ پرانے بزرگ انسانوں کے ذکر ہیں جو خدا کے بھیجے ہوئے تھے لیکن کسی ایک مذہب میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے پہلوں پر سلام بھیجنے کا کوئی ذکر نہیں ملتا، کلیۃً اس بات سے سب مذاہب عاری ہیں۔ یہودیت کا مطالعہ کر لیجئے، عیسائیت کا مطالعہ کر لیجئے، ہندومت کا کر لیجئے، بدھ مت کا کر لیجئے Zorastrainism کا مطالعہ کریں Confucious کا مطالعہ کریں، ہر جگہ کلیۃً خلا دکھائی دے گا۔ ایک مذہب اسلام ہے، ایک رسول محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو سب سے افضل ہونے کے باوجود اپنے سے ادنیٰ کو بھولے نہیں۔ کیسا عظیم محسن تھا کہ وہ جو اس سے پہلے گزر چکے، جو اس سے کم درجے پر تھے ان کے اوپر احسان کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے جاری کر دیا۔ ان کو یاد رکھا اور ان کی قربانیوں کو یاد رکھا اور ہمیں تلقین فرمائی کہ کبھی ان کو نہ بھولنا۔ اگر مجھے تم نے عزت دی اور میری متابعت بھی کی لیکن میرے بھائیوں میں سے خواہ وہ ادنیٰ ہوں یا کسی بھی درجہ پر ہوں، ایک کا بھی تم نے انکار کیا تو مجھ سے کاٹے جاؤ گے۔ یہ تعلیم ایسی عالمگیر تعلیم دنیا کے کسی مذہب میں کہیں آپ کو دکھائی نہیں دیتی۔

پس سورۃ الصّٰفّٰت میں اگر آپ اس کا گہرائی سے مطالعہ کریں، آپ کو صرف حضرت ابراہیمؑ

کے سلام کا ذکر نہیں ملے گا بلکہ بہت سے انبیاء پر سلام بھیجنے کا ذکر ملے گا اور ان سب کا تعلق بِلا استثناء آنحضرت ﷺ کی بعثت اور آپ ؐ کے بعد میں آنے والے غلاموں کے ساتھ ہے۔ آخرین کا محاورہ جہاں تک میں نے مطالعہ کیا ہے آنحضور ﷺ کے زمانے سے ہی تعلق رکھتا ہے لیکن آنحضور ﷺ کے زمانے میں بعض آخَرین کا ذکر ہے۔ خ کی زبر کے ساتھ۔ آخِرین کی بجائے وہاں آخَرین کہا گیا ہے اور اس سے مراد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مہدی موعود کے زمانے میں آنحضرت ﷺ کی غلامی کرنے والے لوگ ہیں۔ چنانچہ سورۂ جمعہ میں جن آخَرین کا ذکر فرمایا گیا۔ وہ یہی آخَرین ہیں جو آج حضرت مسیح موعودؑ کو مان کر دنیا میں اسلام کے غلبہ اور اسلام کی فتح کے لئے دن رات کوشاں ہیں اور ہر قسم کی قربانیاں پیش کر رہے ہیں اور انہی قربانیوں میں سے وقف کی ایک تحریک ہے اور اسی تحریک کا ایک اگلا قدم ''وقف نو'' ہے جسے میں نے اس صدی کے سر پر آپ کے سامنے پیش کیا کیونکہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ یقین تھا اور میرا دل اس یقین سے پوری طرح بھر چکا تھا کہ اب جماعت احمدیہ پر ایک ایسا دور آنے والا ہے جب کہ چند سو واقفین کام نہیں دیں گے، ہزار ہا کی تعداد میں، ہوسکتا ہے لاکھوں تک یہ تعداد بہت جلد پہنچ جائے، ہمیں اپنے بچے خدا کے حضور پیش کرنے ہوں گے کیونکہ دنیا میں کونے کونے سے مطالبے شروع ہوں گے کہ ہماری تربیت کے لئے بھی بھیجو، ہماری تربیت کے لئے بھی بھیجو، ہماری تربیت کے لئے بھی بھیجو۔ ہم بھی اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہیں مگر ہمیں بتانے کے لئے معلمین اور اساتذہ بھجوائے جائیں۔ چنانچہ اسی جذبہ سے مغلوب ہوکر میں نے یہ تحریک کی۔ بعد میں پیدا ہونے والے حالات بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ ایک بہت ہی بروقت تحریک تھی اور یہ بچے جو آج کے واقفین نو ہیں ان پر آئندہ کی عظیم ذمہ داریاں عائد ہونے والی ہیں۔

میں مختصراً آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے اسی کے تسلسل میں حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے غلاموں نے قربانیاں پیش فرمائیں اور اسی تسلسل میں آپ یعنی آخَرین پیدا ہوئے۔ جن کے اوپر ساری دنیا کی تقدیر بدلنے کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ ہم بہت کمزور ہیں، بہت ناطاقت ہیں، کسی ایک ملک میں بھی ہمیں طاقت نصیب نہیں لیکن اس کے باوجود دل اس یقین سے بھرے ہوئے ہیں کہ ہم ہی وہ ہیں

جنہوں نے دنیا کو از سر نو زندہ کرنا ہے اور اسلام کو تمام دوسرے ادیان پر غالب کرنا ہے۔ یہ یقین ایک مجنونی کی خواب بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہ لوگ جو باہر سے ہمیں دیکھتے ہیں وہ یہی سوچتے ہوں گے کہ یہ پاگل لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ لیکن ہم نے ایسے عجیب دعاوی دنیا میں پہلے بھی دیکھے ہیں۔ ایک وہ وقت بھی تو تھا جبکہ صحابہ کرام کو پیٹ بھر کر کھانا میسر نہیں تھا، ایک وہ وقت بھی تو تھا جبکہ خندق کے موقع پر جب کہ خندق کھودی جارہی تھی، صحابہؓ کی کمزوری کی یہ حالت تھی کہ دن رات محنت کر رہے تھے، بڑا بھاری دشمن چاروں طرف سے اکٹھا ہو کر آرہا تھا، اتنی طاقت نہیں تھی کہ کھل کر ان کا دفاع کر سکیں، اپنے دفاع کے لئے خندق کھود رہے تھے اور فاقہ کشی کا عالم تھا۔ فاقہ کشی کا ایسا عالم کہ ایک موقع پر ایک صحابیؓ نے جو لڑکھڑاتے ہوئے بڑی مشکل سے ناطاقتی کے باعث جس حد تک اس میں جان تھی وہ کدال چلا رہا تھا اور زمین کھود رہا تھا آخر بے بس ہو کر اس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کپڑا اٹھا کر اپنا پیٹ ظاہر کیا۔ عربوں میں یہ رواج تھا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے پتھر کو پیٹ پر باندھ لیا کرتے تھے تا کہ اس کے دباؤ سے کچھ آرام محسوس ہو۔ خالی پیٹ میں جو تکلیف ہوتی ہے یہ عربوں کا تجربہ تھا کہ اگر اُسے مضبوطی سے کسی چیز سے باندھ لیا جائے اور معدے پر دباؤ ڈالا جائے تو وہ تکلیف کم ہو جاتی ہے۔ اس کا یہ خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ دیکھیں گے کہ دیکھو میرے غلام کتنی قربانیاں کر رہے ہیں اور اس سے متاثر ہو کر کوئی دعا کریں گے، کوئی دوا دیں گے، کوئی تجویز کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ آپؐ سب سے زیادہ بھوکے تھے۔ (سنن ترمذی کتاب الزھد باب ما جاء فی معیشۃ اصحاب النبی ﷺ) اس عالم میں، اس کمزوری کے عالم میں ایک پتھر نے ٹوٹنے سے انکار کر دیا۔ بہت سخت چٹان تھی اور اسے توڑے بغیر سلسلہ آگے جاری نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ جانتے ہوئے کہ آنحضور ﷺ بھی اسی طرح فاقہ کشی سے گزر رہے ہیں، یہ جانتے ہوئے کہ آپؐ بھی بے حد کمزور ہو چکے ہیں پھر بھی صحابہ کے یقین اور ایمان کا یہ عالم تھا کہ آپ جانتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے سوا اب کوئی اس پتھر کو نہیں توڑ سکتا۔ پس آپ نے یہ اطلاع بھیجی کہ یا رسول اللہؐ! معاملہ اٹک گیا ہے بڑی مشکل در پیش ہے، ایک پتھر ہے جو ٹلنے کا نام نہیں لیتا اور ہمارے اوزار اس کے سامنے بے بس ہو چکے ہیں۔ آنحضور ﷺ تشریف لائے اور اس پتھر پر ایک ضرب لگائی اور جب ضرب لگائی تو اس میں سے چنگارے اٹھے اور پتھر کچھ ٹوٹا

اس وقت آپؐ نے بڑی شان کے ساتھ نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔ اور ساتھ فرمایا خربت قیصر. پھر دوبارہ آپؐ نے اس اوزار کو بلند کیا اور پھر پتھر پر ضرب لگائی ایک اور چنگاری اٹھی اور پھر آپؐ نے فرمایا خربت کسریٰ یا ترتیب شاید آگے پیچھے ہو لیکن یہی الفاظ ہیں جو آپؐ نے فرمائے۔ پھر تیسری مرتبہ آپؐ نے اپنا اوزار اٹھایا اور پتھر پر ضرب لگاتے ہوئے یمن کی حکومت کا ذکر فرمایا وہ لفظ مجھے یاد نہیں لیکن پھر فرمایا، خربت فلاں۔ اس پر صحابہؓ بڑے حیران ہوئے کہ یہ تکبیر کا کیا موقع تھا اور اس موقع کا قیصر و کسریٰ کی تباہی اور یمن کی حکومت کی تباہی سے کیا تعلق ہے؟ آنحضرت ﷺ نے، ضمناً میں بتاتا ہوں کہ وہ پتھر ٹوٹ گیا اور اس کے بعد کا کام آسان ہو گیا، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جب میں نے پہلی ضرب پتھر پر لگائی تو اس کے چنگاروں میں مجھے قیصر کے محلات کی چابیاں دکھائی دی گئیں اور جب میں نے دوسری ضرب لگائی تو کسریٰ کے محلات کی چابیاں مجھے دکھائی گئیں اور جب میں نے تیسری ضرب لگائی تو یمن کے محلات کی چابیاں مجھے اس میں دکھائی دی گئیں اور ہر دفعہ میں کہتا تھا کہ اللہ بہت بڑا ہے۔ اتنے کمزور بندوں کو اتنی بڑی بڑی فتوحات کی خبریں دے رہا ہے۔ اللہ اکبر! ہم بڑے نہیں ہیں ہم تو بہت ہی عاجز ہیں، وہ کتنا عظیم خدا ہے! اتنے کمزور بندوں کو جو فاقوں مر رہے ہوں، جن کے پاس محض عرب کے چند بدوؤں کے خلاف دفاع کی طاقت نہ ہو۔ ان کو خدا یہ بتا رہا ہے کہ ہم قیصر و کسریٰ کے محلات کی چابیاں تمہیں تھمانے والے ہیں اور یمن کی حکومت بھی تمہارے زیر نگیں کی جائے گی اور تاریخ نے بتایا کہ ایسا ہی ہوا۔ (السیرۃ الحلبیہ زیر غزوہ احزاب جلد دوم نصف آخر)

پس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں کو بڑے بڑے دعاوی زیب دیتے ہیں۔ اگر وہ دعاوی انکسار کے ساتھ کئے جائیں، اگر وہ دعاوی خدا کی محبت میں کئے جائیں، اپنی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے نہیں بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے۔ اس خدا نے جس نے آپؐ کو ہمیشہ کے لئے تمام دنیا کی فتوحات کی چابیاں تھما دی ہیں۔ اس خدا کو یاد کرتے ہوئے، اس کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اگر آج ہم یہ دعاوی کریں کہ ہم ہی ہیں جنہوں نے تمام عالم کو محمد رسول اللہؐ کے لئے فتح کرنا ہے اور دین حق کے لئے فتح کرنا ہے تو دنیا کی نظر میں خواہ ایک مجنون کی بڑ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم ہی وہ لوگ ہیں اور ہم نہیں تو اور کوئی ایسے نہیں ہوں گے۔

پس اس ذمہ داری کو سوچیں اور سمجھیں اور یہ ذمہ داری اسی طرح ادا ہوگی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ہم خود بھی اپنے آپ کو پیش کریں اور اپنی نسلوں کو بھی پیش کریں۔

اس ضمن میں مجھ سے دوست یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کی کیسی تربیت کریں یعنی **واقفین نو بچوں کی کیسی تربیت کریں؟** ان کو میں بتاتا ہوں کہ اس تربیت کا آغاز تو باپ کی تربیت سے ہوگا کیونکہ اس واقعہ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ ابراہیمؑ نے پہلے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کیا تھا اور کلیۃً وہ خدا کے ہو چکے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَسۡلِمۡ اے ابراہیم! تو میرا ہو جا سب کچھ مجھے دے دے قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۳۲﴾ (البقرۃ:۱۳۲) اے میرے اللہ! میں تو پہلے ہی تیرے سپرد ہو چکا ہوں اور رب العالمین کا ہو چکا ہوں، میرا اب کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اس کے بعد یہ اسماعیلؑ کا واقعہ آتا ہے۔ اس لئے میں آج آپ کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ اپنی تربیت کریں۔ اگر آپ ابراہیمی صفت نہ ہو سکے تو آپ کی اولاد اسماعیلی صفت نہیں بن سکے گی۔ یہ ضروری ہے کہ آغاز وہیں سے ہو جہاں سے آغاز بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلے باپ واقف زندگی بنے گا۔ پہلے باپ کے اندر وہ روح پیدا ہوگی جس روح کا خدا واقفین سے تقاضا کرتا ہے پھر اس کی اولاد کے متعلق خدا ضامن ہو جائے گا۔

چنانچہ دیکھیں کتنا خوبصورت کلام ہے۔ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا یہ قربانی اس وقت کامل ہوئی جب دونوں باپ بیٹا خدا کے سپرد ہو گئے۔ پس واقف نو کے لئے ایسا تصور کہ وہ اکیلا ہی خاندان میں وقف ہے اور ماں باپ کی ذمہ داریاں پوری ہو گئیں اور وہ ان کی بجائے ان کی ذمہ داریوں کو ادا کرے گا یہ درست نہیں ہے۔ اپنے سارے ماحول کو وقف کا ماحول بنانا پڑے گا۔ اپنے جذبوں کو خدا کے حضور اس طرح پیش کرنا پڑے گا جس طرح ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو خدا کی خاطر قربانی کے طور پر پیش کیا اور چھری لے کر ذبح کرنے والے ہی تھے کہ جب خدا نے اس قربانی کو قبول کرتے ہوئے بتا دیا کہ اس ظاہری قربانی کی ضرورت نہیں بلکہ ہمیشہ کی قربانی کی ضرورت ہے۔ ایسی قربانی کی ضرورت ہے جب تیری اولاد زندہ رہے لیکن ہر آن خدا کے نام پر مرتی رہے۔ ہر آن ہر قسم کے جذبات کی قربانیاں پیش کرے، جو کچھ ہے خدا کے حضور پیش کرتی چلی جائے اور اس سے چھٹکارا ممکن نہ ہو یہاں تک کہ خدا

اس اولاد کو واپس بلا لے۔

یہ وہ ذبح عظیم ہے جس ذبح عظیم میں سب سے پہلے اسماعیلؑ خود شامل تھے اور ابراہیمؑ خود شامل تھے اس کے بعد یہ ذبح عظیم تاریخ اسلام کی صورت میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے شروع ہوتا ہے۔ تو آپ نے ذبح عظیم دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے اور اس کے متعلق تمام اسلوب بیان فرما دیئے گئے ہیں، ہر بات کھول دی گئی ہے قرآن کریم میں۔

اس لئے خصوصیت کے ساتھ وہ والدین جنہوں نے وقف نو میں اپنے بچے پیش کئے ہیں ان کو میں تاکید کرتا ہوں کہ اب اپنے آپ کو مسلمان بنانے کی کوشش شروع کر دیں۔ ان معنوں میں مسلمان جن معنوں میں ابراہیمؑ کو مسلمان کہا گیا۔ ان معنوں میں مسلمان جن معنوں میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مسلمان کہا گیا۔ وقف کا ارادہ کر لینا کافی نہیں۔ اس ارادے کے ساتھ بہت سی لمبی قربانیاں وابستہ ہیں۔ ساری زندگی آزمائشیں ہیں۔ **بلاء عظیم** ہے۔ بہت بڑے ابتلا ہیں۔ اپنے بچے کو ایسے ایک نظام کے سپرد کر دینا جو کبھی اسے کہتا ہے افریقہ چلے جاؤ جبکہ اس کی اعلیٰ تعلیم کا تقاضا ہے کہ امریکہ میں، دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں بیٹھ کر وہ کام کرے اور اس کی صلاحیتیں اپنے جوہر دکھائیں۔ کبھی کہا جاتا ہے ایشیا کے کسی غریب ملک میں چلے جاؤ، ہندوستان چلے جاؤ، طوالو چلے جاؤ، فجی چلے جاؤ، ماریشس چلے جاؤ، ایسے ایسے پرانے ممالک جو موجودہ زمانے کے ترقی یافتہ ممالک سے بہت پیچھے چل رہے ہیں، ان میں ان ترقی یافتہ ممالک کے پیدا شدہ بچوں کو جنہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے جب بھجوایا جاتا ہے تو یہ کوئی آسان بات نہیں ہے۔ والدین پر بھی آزمائش آتی ہے، ان بچوں پر بھی آزمائش آتی ہے اس لئے جب تک انسان ابراہیمی روح کے ساتھ اپنی ساری زندگی خدا کے حضور پیش نہ کرے اس آزمائش کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتا۔

اور ساتھ ساتھ مسلسل دعائیں ہوتی رہنی چاہئیں۔ کام بہت بڑے ہیں اور بہت تیزی کے ساتھ پھیلتے چلے جا رہے ہیں اور ان کی ذمہ داریاں ہمارے کمزور کندھوں پر رکھی گئی ہیں۔ ساری جماعت نے اس خدمت میں حصہ لینا ہے۔ ایک تو واقفین نو ہیں، واقفین کے والدین ہیں۔ اس کے علاوہ باقی تمام جماعت بھی تو حضرت محمد رسول اللہؐ ہی طرف منسوب ہوتی ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہوتی ہے اس لئے جب میں

خصوصیت کے ساتھ واقفین نو یا ان کے والدین کا ذکر کرتا ہوں تو ہرگز یہ مراد نہیں کہ باقی جماعت بری الذمہ ہوگئی، باقی جماعت کو ان کے لئے سپورٹ کا کام کرنا چاہئے۔ ان کی تائید میں ہر قسم کی مدد کرنی چاہئے۔ واقفین کا نظام از خود جاری نہیں ہوسکتا۔ بے شمار لٹریچر کی ضرورت ہوگی، بے شمار مدارس کی ضرورت ہوگی، اعلیٰ تعلیمی اداروں کی ضرورت ہوگی۔ بہت سے ممالک میں ان کو بھجوانے کے اخراجات کی ضرورت ہوگی اور اس سلسلے میں مختلف زبانیں سیکھنا ہوں گی، سکھانی ہوں گی۔ کچھ واقفین کام کر رہے ہوں گے، کچھ ان کے پیچھے بہت سے ایسے احمدی نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ہوں گی جو وقف نہ بھی ہوں تو وقف کی روح کے ساتھ ان کے ممالک کی زبانوں میں اسلامی لٹریچر کے ترجمے کر رہے ہوں گے۔ جو امیر ہیں وہ اپنی مالی قربانیاں پیش کر رہے ہوں گے۔ پس وہ فوج کا حصہ جو لڑتا ہے صرف وہی نہیں لڑا کرتا۔ اس کے پیچھے فوج کے سپورٹ گروپس ہوتے ہیں اور بڑی بھاری تعداد میں ایسے سپاہی ہیں جو براہ راست گولی چلاتے نہیں لیکن گولی چلانے والوں کی امداد کے کام کرتے ہیں اور پھر اس سے پیچھے پوری قوم ہوتی ہے۔ ساری قوم اس فوج کی پشت پناہی پر مستعد رہتی ہے تب قومیں زندہ رہتی ہیں، تب قومیں دنیا میں آزادی کا حق رکھتی ہیں۔

پس آپ نے تو صرف زندہ نہیں رہنا۔ آپ نے دنیا کو زندگی بخشنی ہے۔ آپ کو عام زندگی سے بڑھ کر زندگی حاصل کرنی ہوگی۔ آپ نے تو صرف آزاد نہیں رہنا۔ آپ نے تو بنی نوع انسان کو آزاد کروانا ہے۔ ظلم و ستم سے نجات بخشنی ہے۔ طرح طرح کے مصائب سے بچانا ہے۔ خود اپنی قوم کے رہنماؤں کی غلامی سے نجات بخشنی ہے۔ پس بہت بڑی ذمہ داری ہے جو جماعت کو ادا کرنی ہے اور یہ ذمہ داری اسی قصہ کو زندہ رکھنے سے ادا ہوگی جو ابراہیمؑ کا قصہ ہے۔ جو روح کو پاتال تک گداز کر دینے والا قصہ ہے۔ جو ایسا قصہ ہے جو وقت کے ساتھ مرتا نہیں بلکہ زندہ تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ پس وہی پیغام میں آپ کو دیتا ہوں کہ

؎ تازہ خواہی داشتند گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

اگر تم اپنے سینے کے داغوں کو جو خدا کی خاطر اٹھائے ہوئے زخموں کے داغ ہیں اسی طرح روشن اور تابندہ کرنا چاہتے ہو جیسے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینے

کے داغ تھے جب وہ قربانیاں پیش کر رہے تھے۔ جس طرح خدا نے ان کو ہمیشہ کی زندگی بخشی اور نور میں تبدیل فرما دیا۔ اگر تم یہی چاہتے ہو کہ خدا تم سے یہ سلوک کرے تو ان قصوں کو مرنے نہ دو۔ اپنی ذات میں، اپنی نسلوں میں، اپنی نسلوں کے بعد آنے والی نسلوں میں ہمیشہ اس قصہ پارینہ کو دوہراتے رہو اور اپنے اعمال میں اس قصہ کو زندہ کرو اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔

مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ خطبہ سننے والی جماعتوں میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ آج کراچی، لاہور، اسلام آباد، اور فیصل آباد پاکستان کی جماعتیں بھی شامل ہیں۔ **الحمد لله ثم الحمد لله**۔ اللہ کا بہت احسان ہے کہ وہ جماعتیں جو ترسی ہوئیں تھیں کہ براہ راست میری آواز کو سنیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی تسکین قلب کے سامان فرمائے۔ جہاں خوشی کی بات ہے وہاں انسان درد سے بھی مغلوب ہو جاتا ہے۔ اس معاملے میں مجھے معاف کیا جائے، میں مجبور ہوں کہ بہت محبت کرنے والی جماعتیں ہیں، بہت قربانی کرنے والی جماعتیں ہیں۔ آپ انہی جماعتوں کا پھل ہیں، یاد رکھیں کہ انہی جماعتوں کا فیض ہیں جو آپ یہاں پہنچے ہیں اور خدا کے فضلوں کو اپنے اوپر مختلف رنگ میں نازل ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ ان فضلوں کی بھی قدر کریں، ان اپنے بزرگوں کی بھی قدر کریں جن کی قربانیوں کے نتیجے میں آج ساری دنیا میں جماعت پھیل رہی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کو نئے نئے رنگ میں دیکھ رہی ہے۔ ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور ان کے ساتھ وفا کا معاملہ کریں۔ اس کے ساتھ ساؤتھ افریقہ میں بھی خدا کے فضل سے یہ آواز براہ راست پہنچ رہی ہے۔ انڈونیشیا میں بھی یہ آواز براہ راست پہنچ رہی ہے۔ سنگاپور میں بھی یہ آواز براہ راست پہنچ رہی ہے اور جاپان وغیرہ اس کے علاوہ بہت سے ممالک ہیں جو ہمیشہ بڑی باقاعدگی کے ساتھ خدا کے فضل کے ساتھ، خدا کے فضل سے میرے خطبات کو بھی باقاعدہ سنتے ہیں۔ عید کے خطبہ کو بھی سن رہے ہوں گے۔ ان سب جماعتوں کو میں اپنی طرف سے بھی اور آپ سب کی طرف سے بھی دلی محبت کا سلام کہتا ہوں اور اس کے ساتھ عید مبارک کا تحفہ پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی توفیق بخشے جو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ ہمارے اوپر عائد کی ہیں۔ اسی کے فضل سے یہ ذمہ داریاں ادا ہوں گی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

خطبہ ثانیہ کے دوران فرمایا:

براہ راست خطبہ سننے والی جن جماعتوں کا ذکر میں نے کیا ہے یہ غالباً وہی ہیں جو مزید

داخل ہوئی ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ انگلستان میں یہ آواز نہیں جارہی یا جرمنی میں نہیں جارہی یا ماریشس میں نہیں جارہی۔ یہ سب وہ جماعتیں ہیں جو باقاعدگی کے ساتھ مواصلاتی ذرائع سے خطبہ کو براہ راست سنتی ہیں اس لئے وہ سب میرے سلام میں شامل ہیں۔ یہ وضاحت کررہا ہوں کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہمیں بھلا دیا گیا ہے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد دعا سے قبل فرمایا:

آیئے اب آخری دعا میں شامل ہو جایئے۔ خصوصیت سے اسیران راہ مولا اور ان کے خاندانوں اور دیگر قربانی کرنے والوں، پاکستان میں مختلف مقدمات میں الجھائے ہوئے لوگوں اور ان کے خاندانوں اور شہداء اور ان کے خاندانوں کو دعا میں یاد رکھیں۔

اس کے بعد حضور نے دعا کروائی۔